مولانا محمد الیاس بھٹکلی ندوی

اہانت آمیز فلم پر ہمارا غیر دعوتی ردعمل

(ہمارا طرز عمل اسلام دشمنوں کے ناپاک عزائم کو فائدہ پہنچا رہا ہے)

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا: معروف شاعر اختر شیرانی کو دینی احکام سے دور اور کیمونزم کے قریب سمجھا جاتا تھا، جب ان سے کسی نے مدہوشی کی حالت میں پوچھا کہ محمد ﷺ کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ تو انہوں نے بے قابو ہوکر بوتل اس سوال کرنے والے کے سر دے ماری اور کہنے لگے: ۔تمہاری یہ کیسے ہمت ہوئی کہ میں اپنی اس گندی زبان سے پیارے نبی ﷺ کا مبارک نام لوں۔

ان کا یہ ردعمل فطری تھا حبّ نبوی مؤمن کے ایمان کا جزو ہے، جب تک اپنے والدین، اولاد اور خود اپنی جان سے زیادہ عزیز اپنے نبی ﷺ کی جان نہ ہو تو ایمان مکمل نہیں ہوسکتا، اس کا مظاہرہ ہمیشہ ہوتا رہا ہے، ادنی سے ادنی امتی بھی اپنے والدین کے لیے بدکلامی سننا گوارہ کرسکتا ہے لیکن اپنے حبیب ﷺ کے لیے اس کا تصور بھی نہیں کرسکتا، اللہ کے رسول ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والا جب بھی کسی گناہ گار سے گناہ گار مسلمان کے سامنے آیا تو اسلامی تاریخ بتاتی ہے کہ وہ جان بچا کر واپس نہیں جاسکا، اپنے رحمت عالم ﷺ کی دین کے لیے تڑپ اور انسانیت کی فکر اور اسلام کے لیے آپ کی قربانیوں کے سامنے پوری امت مسلمہ اپنی جانیں نچھاور کردے تب بھی آپ کا حق ادا نہیں ہوسکتا، لیکن اگر کسی نے یورپ میں رحمت عالم ﷺ کی شان میں گستاخی کی اور اس کے بدلہ میں جذبہ ایمان سے سرشار ہونے کا دعوی کرکے افریقہ میں رہنے والے کسی غیر متعلق شخص کو چاہے وہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو مار دیا جائے یا کسی ظالم یا مجرم کی سزا اس کی اولاد کو دی جائے تو کیا اس کو بھی ہم عین فطری اور ایمانی ردعمل کا نام دینگے؟ پوری دنیا کے مسلمان بیک زبان اس کی گواہی دینگے کہ یہ زیادتی ہے، خود اللہ کے رسول ﷺ کی پرامن تعلیمات کے بھی عین خلاف ہے اور جس مالک وخالق کی خوشنودی کے لیے ہم نے یہ عمل کیا ہے وہ بھی اس سے خوش ہونے والا نہیں ہے، رحمۃ للعالمین کی شان میں گستاخی کی کوشش کا معاملہ کوئی نیا نہیں ہے، خود آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں دسیوں مرتبہ ایسے واقعات پیش آچکے ہیں اور تب سے آج تک یہ سلسلہ برابر جاری ہے، ہمارے لیے اس طرح کے معاملات میں خود آپ ﷺ کی حیات طیبہ سے یہ رہنمائی ملتی ہے کہ اس طرح کے مواقع پر ہمارا طرز عمل اور ردعمل کیا ہونا چاہیے۔

معصوم مسلمان (innocent muslim) کے نام سے ایک امریکی سام باسل نے اہانت رسول پر فلم بنائی اور اس کے ردعمل میں مسلم ممالک میں ۳۰ لوگ مارے گئے، ان کی اکثریت مسلمانوں کی تھی، سام باسل کو کوئی گزند بھی نہیں پہنچی بلکہ امریکی حکومت نے اس توہین آمیز فلم کو جرم مان کر نہیں بلکہ اس کے پچھلے کسی کیس کا بہانہ بنا کر اس کو جیل میں بند کر کے اس کو جانی و بدنی تحفظ بھی فراہم کر دیا اور ہم اپنے بھولے پن سے یہ سمجھے کہ اس مجرم کو امریکہ نے جیل میں ڈال کر ہمارا مطالبہ پورا کر دیا، اس کی وہ گھٹیا فلم جس کو شاید چند ہزار لوگ بھی نہیں دیکھتے ہمارے اس جذباتی احتجاج نے کروڑوں لوگوں کو دیکھنے پر مجبور کیا، جس کی شہرت خود اس کی ریاست میں نہیں تھی اب اس کو ہم نے عالمگیر بنا دیا، ۵ ملین سے بننے والی اور خسارہ میں چلنے والی فلم کا دس گناہ مالی فائدہ اس کو صرف چند ماہ میں ہمارے غیر دعوتی ردعمل کی وجہ سے ملا، ماضی اور حال میں ہمارے اس طرح کے احتجاج سے نہ اس طرح کی فلموں وخاکوں کا سلسلہ رکا اور نہ ان مجرمین کو کوئی گزند پہونچی، ہمیں یاد ہے کہ سلمان رشدی کی کتاب اور ڈنمارک میں بننے والی اس طرح کی فلم کے خلاف بھی مسلمانوں کا جو ردعمل سامنے آیا اس میں صرف ہندوپاک میں درجنوں مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا، سلمان رشدی پر آنچ تک نہیں آئی بلکہ اس کو اس کے بعد برطانیہ نے اپنے وزیر اعظم کو دیا جانے والے مفت تحفظ فراہم کیا، ان سب موقعوں پر احتجاج مسلمانوں نے کیا، احتجاجیوں کو مارنے والے پولیس اور فوج کے لوگ بھی مسلمان تھے اور مرنے والے بھی مسلمان تھے، مجرم پر نہ کوئی آنچ آئی اور نہ اس کو کوئی سزا ملی۔

بصارت کھو گئی لیکن بصیرت تو سلامت ہے: مؤمن کو اللہ نے صرف بصارت اور ذہانت نہیں دی ہے بلکہ بصیرت اور فراست بھی دی ہے، وہ ہمیشہ کسی بھی حادثہ کو ظاہری طور پر نہیں لیتا ہے بلکہ اس کے پس پردہ محرکات واسباب کو جان کر اس کے برے انجام سے بچنے کی تدبیر کرتا ہے، چاہے وقتی طور پر اس کو نقصان ہو اور دنیا اس کو ناسمجھ وکم عقل کہے، وقفہ وقفہ سے عالمی سطح پر سامنے آنے والی توہین آمیز یہ فلمیں، کارٹون، خاکے اور مضامین کی اشاعت دراصل ایک منصوبہ بند پلان کا حصہ ہے جس کا بنیادی مقصد امت مسلمہ کو ان کے دعوتی مقاصد سے ہٹا کر جذباتی مسائل میں الجھائے رکھنا ہے، اگر ہم اپنی مؤمنانہ بصیرت کے ساتھ ان واقعات کا سامنا کریں اور اس کا مقابلہ کرنے کی کوشش کریں تو دشمن کو اپنے ناپاک مقاصد حاصل کرنے میں کبھی کامیابی نہیں مل سکتی، کچھ اسی طرح کی غلطی ہم سے دہشت گردی کے نام پر گرفتار ہونے والے اپنے مسلم نوجوانوں کے سلسلہ میں ہو رہی ہے، ہماری تمام مسلم تنظیموں کا زور صرف ان کو رہا کروانے، ضمانت دلوانے اور سالوں جیل میں رہ کر باعزت بری ہونے پر ان کو اس کا معاوضہ دلانے پر صرف ہو رہا ہے جبکہ بصیرت اور فراست کا تقاضہ یہ ہے کہ جن متعصب افسران کی ذہنیت سے یہ کام ہوا تھا ان کے خلاف ثبوت جمع کر کے مقدمات قائم کرنے اور ان کو سزا دلوانے پر ہم توجہ دیں، اس کے لیے چاہے لمبی قانونی لڑائی لڑنی پڑے، ہم پیچھے نہیں ہٹیں تاکہ آئندہ کوئی اس طرح کی ہمت نہ کر سکے اور یہ سلسلہ رک جائے، گجرات میں بعض مسلم قائدین کی بصیرت کی وجہ سے یہ سلسلہ

کامیاب رہا، وہاں کے بعض وزراء اور اعلیٰ افسران کے خلاف جب اس طرح کی قانونی کاروائی کی گئی اور ان کو گرفتار کروایا گیا تو کم از کم ریاستی پولیس اور افسران کی طرف سے یہ سلسلہ وہاں رک گیا، یہی تجربہ اب ہم کو رہا ہونے والے مسلم نوجوانوں کے حوالہ سے دوسری ریاستوں میں کرنا چاہئے۔

امریکہ میں ۱۱/ستمبر کے حادثہ کے بعد عالمی سطح پر مسلمانوں میں تعلیمی، اقتصادی اور دینی میدانوں میں جو بیداری پیدا ہوئی اس کی مثال ماضی میں نہیں ملتی، جتنے لوگ اس واقعہ کے بعد پچھلے ۱۲ سالوں میں یورپ اور امریکہ سے اسلام میں داخل ہوئے اس سے پہلے پچاس سال میں نہیں ہوئے، جتنے قرآن مجید اس واقعہ کے فوراً بعد چھ ماہ میں فروخت ہوئے وہ پچھلے پندرہ سالوں میں نہیں ہوئے ہندوستان میں بابری مسجد کی شہادت کے بعد صرف دس سال میں جتنی نئی مسجدیں بنیں ملک کی آزادی کے بعد ۴۵ سالوں میں نہیں بنیں، مسلسل فسادات کے بعد اسلامی بنیادوں پر جتنے تعلیمی عصری مسلم ادارے برصغیر میں ادھر پندرہ سالوں میں قائم ہوئے اور مشنری تعلیمی اداروں کا متبادل پیش کرنے کی کامیاب کوششیں ہوئیں وہ حیرت انگیز تھیں، اسلام دشمن طاقتوں سے مسلمانوں میں آنے والی یہ تیز رفتار دینی و تعلیمی بیداری دیکھی نہیں جا سکتی تھیں، چنانچہ انہوں نے سب سے پہلے علماء و مدارس اسلامیہ کو نشانہ بنایا، جہاں سے امت مسلمہ کی سوکھی کھیتی کی سیرابی ہوتی تھی اور اس کے خشک سوتوں کو پانی دیا جاتا تھا، اس پس منظر میں تنگ نظری، شدت پسندی، دہشت گردی اور عسکریت پسندی کے مفروضہ واقعات اور کہانیوں کو بنیاد بنا کر عامۃ المسلمین کو علماء اور مدارس اسلامیہ سے بدظن کرنے کی کوشش کی گئی اور ان فرضی واقعات کا مسلسل پروپیگنڈہ کیا گیا، اس سلسلہ میں برصغیر میں حکومت کی طرف سے مدارس کے ذمہ داران کو ہراساں کرنے اور نوجوان علماء کی گرفتاری ان کی ہمتوں کو پس کرنے ہی کی کڑی تھی، اس کے بعد جب ان کو اندازہ ہو گیا کہ دین سے وابستہ علماء اور عوام و خواص میں تفریق و بدظنی کی ان کی کوششوں کو کامیابی ملنا اتنا آسان نہیں ہے تو نئی تعلیم یافتہ مسلم نسل کو جن میں اعلیٰ تعلیم کے ساتھ دین سے وابستگی میں غیر معمولی اضافہ ہو رہا تھا اور عالمی سطح پر دعوتی میدان میں یہ تعلیم یافتہ مسلم نوجوان اہم رول ادا کرتے جارہے تھے ان کی ہمتوں کو توڑنے اور پست کرنے کی نیت سے ان کی دھڑ پکڑ کا سلسلہ شروع ہوا تا کہ ان کو ہراساں کر کے ان کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا جائے کہ اب گوشۂ عافیت میں رہنے اور معاشرتی مسائل سے کنارہ کشی ہی میں ان کے لیے سلامتی ہے، چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ جتنے لوگ ادھر ایک دو سال کے دوران ہمارے ملک میں دہشت گردی کے مفروضہ الزامات کے تحت گرفتار ہوئے ان میں سے دو تہائی نوجوان دیندار، تعلیم یافتہ ڈاکٹروں و انجینئروں کی جماعت سے تعلق رکھتے تھے، اس کا فوری ایک اثر یہ ہوا کہ ملک میں موجود بڑی حساس سلامتی ایجنسیاں مثلاً Raw اور B.I وغیرہ صنعتی ادارے اور I.T کمپنیاں تعلیم یافتہ مسلم نوجوانوں کو اپنے یہاں ملازمت دینے میں چونکنے لگیں اور پہلے سے زیادہ محتاط ہو گئیں۔

سادگی مسلم کی دیکھ اوروں کی عیاری بھی دیکھ: توہین رسالت کے اس طرح کے واقعات کا سلسلہ بھی دراصل

اسی سلسلہ کی ایک عالمی کڑی ہے تا کہ اصل دعوتی مقصد سے مسلمانوں کی توجہ ہٹ جائے، جذباتی مسائل میں وہ الجھ کر رہ جائیں اور عوامی سطح کے احتجاجات اور ہنگاموں میں پھنس کر اپنے دعوتی منصوبوں کے لیے وقت دینے سے وہ عاجز رہ جائیں، جب اس بات کا یقین ہوگیا کہ عالمی سطح پر اب کسی بھی ملک میں تبدیلی مذہب پر پابندی عائد نہیں کی جاسکتی تو اسلام کی طرف بڑھتے قدموں اور اس کی وسیع ہوتے دائرہ نے اسلام کے بدخواہوں کی نیندیں حرام کردیں اسلام کی یہی مقبولیت ان کی تشویش کی وجہ بنی، جب ان کو اس بات کا احساس ہوگیا کہ اسلام کی حقانیت اور اس کی تاثیر کو وہ ختم نہیں کرسکتے تو اب ان کی کوششیں اور توجہ اس پر مرکوز ہوگئیں کہ اسلام کی شبیہ کو مسخ کردیں تا کہ تیزی سے مشرق ومغرب میں اس کی طرف بڑھتے قدموں کو روکا جاسکے، وہ اپنی ذہانت سے مسلمانوں کو اشتعال دلا کر اور جذبات میں لا کر یہ کام خود کرنے کے بجائے خود ہم مسلمانوں سے لینا چاہتے ہیں، اس کا مطلب یہ نہیں کہ گستاخی رسالت کے واقعات کو ہم نظر انداز کردیں اور اس پر توجہ نہ دیں اور بصیرت وفراست کا بہانہ بنا کر اس پر ہمارا کوئی فطری ردعمل بھی سامنے نہ آئے، اپنی جان سے عزیز اپنے نبی کی توہین پر ہمارا تڑپ اٹھنا فطری بات ہے، اپنے حبیب کی گستاخی کو برداشت نہ کرنا ہمارے ایمان کا جزء ہے، اس طرح کے توہین رسالت کے واقعات پر اگر ہمارا عوامی واجتماعی ردعمل سامنے نہ آئے تو امت مسلمہ میں ایمانی رمق کے باقی رہنے کا کیسے پتہ چلے گا، لیکن اسی کے ساتھ ان ایمانی جذبات کے اظہار کے موقع پر ہمیں اس بات کا خیال بھی رہنا چاہئے کہ ہمارا یہ ردعمل خود ہمارے نبی کی تعلیمات کے خلاف نہ ہو، ہماری کسی حرکت سے اسلام کی شبیہ نہ بگڑے اور ہمارا یہ جذباتی ردعمل اسلامی تعلیمات کے متعلق انسانی دنیا کو غلط پیغام نہ دے، ہم جب ٹھنڈے دل سے وقفہ وقفہ سے ہونے والے ان توہین رسالت کے واقعات پر ہمارے ردعمل کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ بات صاف نظر آتی ہے کہ ہمارے اس غیر دعوتی ردعمل سے اس طرح کے منفی واقعات میں اضافہ ہی ہوا، کمی نہیں ہوئی، نہ مجرموں کو سزا ملی اور نہ ان کی پشت پناہی کرنے والی حکومتوں کو ان جیسوں کی سرپرستی سے ہم باز رکھ سکے، ہم نے لاکھوں کا مجمع اکٹھا کرکے احتجاجی مظاہرہ کیا، سڑکوں پر نکل آئے لیکن نقصان اپنا ہی کیا، لوگ اپنے ہی شہید ہوئے اور بدنام بھی ہم ہی ہوئے، ہمیں اس طرح کی حرکت کرنے والے مجرمین کے ساتھ ان کی پشت پناہی کرنے والی مغربی سلطنتوں کو بھی سبق سکھانے کی حکمت کے ساتھ منصوبہ بندی کرنی چاہیے جن کی شہ پر اور حوصلہ افزائی سے وہ اس طرح کی جرأت کرتے ہیں، ہم اپنی عرب حکومتوں میں کسی دو تین حکومتوں پر دباؤ ڈال کر ان کو سفارتی تعلقات منقطع کرنے کی صرف دھمکی بھی دیتے تو یوروپ اور امریکہ کی حکومتیں گھبرا جاتیں، اس لیے کہ امریکہ واسرائیل اور ان کی حلیف سلطنتوں کی معیشت کا انحصار ہمارے پیٹرول اور ان کے بینکوں میں جمع ہونے والے ہمارے سرمایوں ہی پر ہے، ہم خود اپنے ہی ملکوں میں ان کی مصنوعات کا چند ماہ بھی بائیکاٹ کرتے تو ان کے کارخانوں کا دیوالیہ ہوجاتا، ہمارے ایک چوتھائی مسلمان بھی صرف ایک سال کے لیے ان کے ممالک میں سیر وتفریح کے لیے نہ جا کر ان کی سیاحتی صنعت کو نقصان پہنچاتے تو وہ خواہی نہ خواہی

ہمارے مطالبات پر غور کرنے پر مجبور ہوجاتے، امریکی گوگل کی سائٹ یوٹیوب پر اس اہانت آمیز فلم کو دکھانے پر ہمارے چند نوجوانوں نے عالمی سطح پر کوشش کر کے مسلمانوں کو متوجہ کیا اور اس کے بائیکاٹ پر آمادہ کرنے کی کوشش کی تو گوگل کے مالک نے اعتراف کیا کہ اس کے استعمال کرنے والوں میں گذشتہ ایک ماہ میں ۳۰ ملین لوگوں کی کمی واقع ہوگئی ہے اور یہ مسلمانوں کے غم وغصہ کی وجہ سے ہوا ہے اس کا خیال تھا کہ اگر یہی حال مسلمانوں کے ردعمل کا رہا تو صرف ایک سال میں اس کی سائٹ بدترین خسارہ سے دوچار ہوجائیگی، تعلیمی میدان میں امت مسلمہ اب بہت آگے بڑھ گئی ہے، معاشی واقتصادی میدانوں میں ملت اسلامیہ بہت تیزی سے ترقی کررہی ہے، مسلم نوجوان حیرت انگیز طور پر آگے بڑھ رہا ہے، میڈیا اور انفارمیشن ٹیکنالوجی کے استعمال کے ذریعہ ہم اپنے دشمنوں کو خاموشی سے بغیر کسی عوامی احتجاج کے منصوبہ بندی کے ساتھ ایسی زک پہنچاسکتے ہیں کہ صدیوں تک ان کے زخموں کا مداوا نہیں ہوسکے، اپنے دشمنوں اور ان کی پشت پناہی کرنے والی حکومتوں کو بھی ایسا سبق ملے کہ وہ تلملا اٹھیں اور صنعتی ومعاشی اعتبار سے ایسے بیٹھ جائیں کہ پھر اٹھنے کا نام نہ لیں۔

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی ذرخیز ہے ساقی: دوسری طرف ہمیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ مغرب ومشرق میں غیر مسلم برادران انسانیت میں حقیقی معنی میں اپنے مذاہب سے وابستہ لوگوں کی تعداد ایک فیصد بھی نہیں ہے، ننانوے فیصد لوگ صرف برائے نام ہی اپنے مذاہب سے وابستہ ہیں، ان کا مقصد صرف کمانا، کھانا اور عیش کرنا رہ گیا ہے، عالمی سطح پر مذہب کے نام سے وقوع پذیر کسی بھی حادثہ کو وہ غیر جانب دار ہوکر دیکھتے ہیں اور سنجیدگی سے اس کی تحقیق وتجزیہ میں لگ جاتے ہیں کہ آخر ایسا کیوں ہورہا ہے وہ بالعموم اب بھی معقولیت پسند ہیں؟ چنانچہ ۱۱/ستمبر کے حادثہ کے بعد جب ان کو اس کی جستجو ہوئی کہ دیکھیں کہ اسلام کی وہ کیا تعلیمات ہیں جوان کو ان کی جان جوکھم میں ڈالنے پر مجبور کررہی ہے تو انہوں نے براہ راست قرآن مجید کا مطالعہ کیا اور اسلامی تعلیمات کا تجزیہ کیا، نتیجہ یہ ہوا کہ ان میں سے ایک بڑی تعداد کی غلط فہمیاں دور ہوگئیں اور اسلام کی حقانیت ان کے سامنے واضح ہوکر آگئی، اسی دوران ان کو اپنی شرک وکفر کی غلاظتوں کا بھی احساس ہوگیا اور اسلام کی فطری معقولیت نے ان میں سے ایک بڑی تعداد کو حلقہ بگوش اسلام کردیا۔

اسی طرح جب گذشتہ دنوں سان باسل کی توہین آمیز فلم پر عالمی سطح پر مسلمانوں کا ردعمل سامنے آیا تو یورپ، امریکہ اور خود مشرقی ممالک میں بھی نئی تعلیم یافتہ نسل کا ایک بڑا طبقہ سامنے آگیا ہے جو یہ دیکھنے کے لیے بے چین ہے کہ حضرت محمدؐ کے نام سے آخر وہ کون سی شخصیت ہے جن کی توہین کے تصور ہی سے ایک گناہ گار مسلمان بھی بپھر جاتا ہے، ان کی اس قدر محبوبیت ومقبولیت کا کیا راز ہے جس کی وجہ سے عالمی سطح پر ان کے ماننے والوں میں اضافہ ہورہا ہے، امت دعوت ہونے کا ہمارا تقاضہ یہ ہے کہ ہم اس سنہرے دعوتی موقع سے فائدہ اٹھائیں جو اس منفی حادثہ کے تناظر میں ہمارے لیے مثبت دعوتی میدان فراہم کررہا ہے، ہم حکمت کے ساتھ ان بندگان خدا میں اپنے حبیب رحمت عالم

ﷺ کی حیات طیبہ کا تعارف کرائیں اور کم سے کم خرچ اور کم سے کم وقت میں ترغیبی وسائل اختیار کرتے ہوئے ان کی نظروں سے توحید، رسالت اور آخرت کے دلائل گذاریں، جب ایک یہودی النسل امریکی باطل کے پرچار کے لیے تنہا ۵۰ ملین ڈالر (۲۵/کروڑ روپئے) خرچ کرسکتا ہے تو ہم حق پر رہ کر اس رقم کے بیسویں حصہ سے بھی کم ایک کروڑ روپئے خرچ کر کے انٹرنیٹ پر جہاں سے رحمت عالم ﷺ کی شبیہ بگاڑنے کی کوشش کی گئی تھی عالمی سطح پر اسی فیس بک اور ٹیوٹر کے ذریعہ سیرت طیبہ کا غیر مسلموں میں مسابقہ نہیں رکھوا سکتے، ہم نبی رحمت ﷺ کی سیرت کے کسی ایک انسانی واخلاقی پہلو پر مختصر مضامین اور مقالے لکھوانے کے بہانے ایک کروڑ روپئے کا انعام کا اعلان کریں تو لاکھوں بندگان خدا حیات طیبہ کے مطالعہ کے بہانہ قرآن مجید کے مطالعہ میں لگ جائیں گے، انعام سے ترغیب پا کر وہ اسلام کا مطالعہ کریں گے، ان کی غلط فہمیاں دور ہونگی، اس کی صاف وشفاف فطری تعلیمات کے مطالعہ سے ان میں سے ایک معتد بہ تعداد کو ہدایت بھی نصیب ہوگی اور ہمارا دعوتی فریضہ بھی ادا ہو جائے گا، ہمارے عرب شہزادوں سے جو لندن کی گھوڑا ریس پر صرف ایک دفعہ کے مقابلہ میں ۵۰ ملین پھینکتے ہیں، یوروپ کے جزیروں میں سیاحت وتفریح کے نام سے جا کر ایک سفر میں ستر ملین ضائع کرتے ہیں اس کی امید تو شاید نہیں کی جاسکتی، لیکن خود ہمارے درمیان عالمی سطح پر نہیں بلکہ ملکی سطح پر بھی ایسے خوشحال مسلم تاجر اور مخیر افراد موجود ہیں جن کو اس طرح کے دعوتی منصوبوں پر صرف متوجہ کرنے کی ضرورت ہے، دنیا کے تقریبا ہر ملک میں الحمدللہ بڑی منصوبہ بندی سے دعوتی کام ہورہے ہیں اور اس کے حیرت انگیز نتائج بھی سامنے آرہے ہیں، دنیا کی تقریباً ہر زبان میں قرآن مجید وسیرت کے تراجم موجود ہیں، اس طرح کے واقعات کے پس منظر میں پیدا ہونے والی عالمی دعوتی فضا کو ہمیں جنگی پیمانہ پر استعمال کر کے اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرنی چاہیے اور نئے نئے دعوتی تجربات کرنے چاہیے، عالم عرب بالخصوص خلیجی ممالک میں مسلمانوں کے درمیان ادھر چند سالوں سے حفظ قرآن وسیرت کے بڑے عالمی مقابلے ہورہے ہیں جس میں کروڑوں روپیوں کے انعامات مسلمانوں میں تقسیم کئے جارہے ہیں، ضرورت اس بات کی ہے کہ اس طرح کے مسابقات سیرت کے موضوع پر بڑے ترغیبی انعامات اور دلکش ترغیبات کے ساتھ غیر مسلموں میں بھی رکھے جائیں، مسلم تنظیموں کو اس طرف بھی متوجہ کیا جائے اور غیر مسلموں میں بھی اس طرح کے تحریری مقابلوں کی ضرورت کا ان کو احساس دلایا جائے ہم نے خود اس ملک کی پانچ چھ ریاستوں میں گذشتہ چار سالوں کے دوران نقد تشجیعی انعامات کے اعلان کے ساتھ محدود پیمانہ پر اپنی بساط کے مطابق سیرت نبوی میں امن کی تعلیمات کے موضوع پر غیر مسلم برادران وطن میں مقالات لکھوانے کے مقابلے کروائے، الحمدللہ پندرہ ہزار کے قریب برادران وطن نے اس میں حصہ لیا اور اس کے حیرت انگیز ومسرت آمیز نتائج سامنے آئے، اس توہین آمیز فلم پر بھی عالمی سطح پر بننے والی مثبت دعوتی فضا کے تناظر میں اب ہم عالمی سطح پر انٹرنیٹ پر فیس بک اور ٹیوٹر کے ذریعہ غیر مسلم بھائیوں میں سیرت نبوی کے موضوع پر مقالات لکھوانے کا انشاء اللہ ایک اور تجربہ شروع کرنے جارہے ہیں، دس لاکھ روپئے کے اول، دوم اور سوم انعامات ان کو

دیئے جائیں گے، جس سے امید ہے کہ انشاء اللہ ایک لاکھ سے زائد بندگان خدا اس میں حصہ لیں گے اور اسلام کی حقانیت کے دلائل ان کی نظروں سے گذریں گے، ملت کی عالمی دعوتی ضرورت کے سامنے یہ ایک بہت ہی چھوٹی اور حقیر سی کوشش ہے، الگ الگ عنوانات کے تحت اس طرح کے الگ الگ اور نئے نئے تجربات ہر ملک میں ہر ایک تنظیم کی طرف سے ہورہے ہیں اس کو ہر جگہ اپنانے کی ضرورت ہے تاکہ اس دنیا میں موجود ایک ایک بندہ خدا تک اسلام کا پیغام پہنچ جائے اور وہ توحید و رسالت اور آخرت کی تعلیمات کو پڑھنے اور سمجھنے پر مجبور ہو جائے۔

جب ہماری مسلم تعلیم یافتہ نسل کا ذہن اپنی کمپنیوں کی مصنوعات کو فروغ دینے کے لیے نت نئے پروجیکٹ کے بنانے کے لیے چل سکتا ہے تو ہم خود اپنے تعلیم یافتہ ان مسلم نوجوانوں کی صلاحیتوں کو دعوت کے لیے نئے دلکش پروجیکٹ بنانے کے لیے کیوں استعمال میں نہیں لا سکتے؟ ہزار خرابیوں کے باوجود مجموعی طور پر ہماری نئی نسل دین سے وابستگی میں پچھلی نسل سے ممتاز نظر آرہی ہے، بس ضرورت صرف ہمارے دعوتی مسلم اداروں کو انھیں ترغیب دے کر دین کے لیے استعمال کرنے کی ہے۔

رکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی میں معاف (حبّ نبوی صرف یہی نہیں ہے): رحمت عالم ﷺ کی ذات اقدس پر جب آنچ آتی ہے تو ہم بے قابو ہو جاتے ہیں اور اظہار محبت و عقیدت کے لیے ہم ہر وہ طریقہ اختیار کرتے ہیں جس سے ساری دنیا بیک وقت بول اٹھتی ہے کہ جس طرح صرف اس ایک ہستی کے لیے کروڑوں مسلمان اپنی جان نچھاور کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے ہیں اس کی مثال دنیا کے کسی اور مذہب کے ماننے والوں میں نہیں پائی جاتی، یہ سب آپ ﷺ کی ذات اقدس سے ہماری محبت کا مظہر ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ امت مسلمہ میں اپنی گئی گذری حالت میں بھی الحمدللہ اپنے نبی کی عقیدت کے حوالے سے ایمان کی رمق باقی ہے یہ بڑی خوش آئند بات ہے، لیکن بحیثیت مسلمان ہمیں معلوم ہونا چاہئے کہ رحمۃ للعالمین ﷺ سے ہماری اصلی محبت و عقیدت کا اعتبار اللہ رب العزت کے پاس اس وقت ہوگا جب ہم آپ ﷺ کی کامل اتباع کریں گے، آپ کے نقش قدم پر چلیں گے اور آپ ﷺ کی ایک ایک سنت کو اپنے لیے مشعل راہ بنائیں گے، اس حیثیت سے جب ہم خود اپنا اور اپنی نئی نسل کا جائزہ لیتے ہیں تو روح تڑپا دینے والے اور خون کے آنسوں رلانے والے واقعات سامنے آتے ہیں، ہماری آبادی پوری دنیا میں اس وقت دو ارب کے قریب ہورہی ہے لیکن آپ کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ آج بھی مسلمانوں کی نصف آبادی یعنی تقریباً ایک سو کروڑ یعنی ایک ارب مسلمان اپنے نبی ﷺ کی بنیادی سیرت اور ان کی حیات طیبہ سے ناواقف ہیں، جاہل عوام کا تو کیا کہنا خود تعلیم یافتہ مسلم نوجوانوں کی حالت جن کو دنیا کی ہر چیز کی معلومات جزئیات کے ساتھ رہتی ہے اس سے بھی گئی گذری ہے، دو تین سال قبل اس ملک میں ایک ٹی وی پروگرام کون بنے گا کروڑ پتی میں ایک تعلیم یافتہ مسلمان سے جو ہزاروں لوگوں میں اپنی جنرل نالیج میں مہارت کے بعد اس کے آخری مرحلہ میں داخل ہو گیا تھا اللہ کے رسول ﷺ کے والد کے انتخاب کے لیے

ابوجھل/ابوطالب/عبداللہ اور عبدالمطلب میں سے کسی ایک نام کے انتخاب کا موقع دیا گیا تو وہ منہ تکتے رہ گیا اور اخیر تک جواب نہیں دے سکا اور ایسا محسوس ہوا کہ یہ چاروں نام اس نے زندگی میں پہلی دفعہ سنے تھے، کالج میں زیر تعلیم ایک مسلم طالب علم سے نبی رحمت ﷺ کی جائے پیدائش کے متعلق پوچھا گیا تو اس نے کھٹ سے کہا بنارس ہے، حکومت کے اعلی عہدے پر موجود ایک مسلم نوجوان سے جب اس کے آفس میں کام کرنے والے اس کے غیر مسلم دوست نے سوال کیا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے عام مسلمانوں کے برخلاف گیارہ شادیاں کیوں کیں؟ تو اس نے بجائے اس کے کہ اس کو دلائل سے سمجھاتا یوں جواب دیا کہ خود مجھے بھی اس پر اشکال ہے، ہمارے ان نونہالوں اور مسلم بچوں سے جب کرکٹ کھلاڑیوں اور فلم ایکٹروں کے نام دریافت کئے گئے تو نہ صرف ان کے بلکہ ان کی بیوی بچوں اور پورے گھرانہ کی تاریخ معلوم تھی، جب ہمارے نوجوانوں کو چہرہ پر اللہ کے رسول کی سنت داڑھی رکھنے کی ترغیب دی گئی تو اس میں ان کو کسی طرح کی کشش نظر نہیں آئی لیکن اسلحہ رکھنے کے الزام پر جب ایک فلم ایکٹر کو گرفتار کر کے ٹاڈا کے تحت کئی ماہ تک قید رکھا گیا تو اس نے نذر مانی کہ جب تک اس کو رہا نہیں کیا جاتا وہ شیو نہیں کریگا، چنانچہ جیل سے رہائی کے بعد بھی کئی ماہ تک اس کے چہرہ پر داڑھی نظر آئی تو اس کو دیکھ کر ہمارے ملک کے سیکڑوں مسلمانوں نے اس کی نقل کرتے ہوئے داڑھی رکھی، اپنے حبیب کی نقل کرتے ہوئے پیوند لگے ہوئے کپڑے پہننا ہمیں گوارہ نہیں تھا لیکن جب اسی پیوند لگے کپڑوں کو فلم ایکٹروں نے ڈیزائن کا نام دیا تو ہمارے نونہال پیوند کے فیشن والے کپڑے پہننے میں فخر محسوس کرنے لگے، ہماری نئی نسل کے لیے بے حیائی کے علمبردار اور بداخلاقی کے داعی تو نمونہ بن گئے، لیکن خود ہمارے پیارے نبی جو دینی واخلاقی حیثیت کے ساتھ جسمانی وظاہری اعتبار سے بھی اپنے وقت کے خوبصورت ترین انسان تھے مقتدیٰ نہیں بن سکے۔

اس پورے پس منظر میں یہ بات واضح ہو کر سامنے آتی ہے کہ جہاں ضرورت اس طرح کی توہین آمیز فلموں کے تناظر میں بندگان خدا کو سیرت نبوی سے واقف کرانے کی ہے اسی طرح بلکہ اس سے بڑھ کر خود ہماری نئی نسل کو بھی اپنے آئیڈیل ومقتدیٰ نبی رحمت عالم ﷺ کی سیرت طیبہ اور اسلام کی بنیادی تعلیمات سے واقف کرانے کی ہے تاکہ اسلام کی عظمت کا نقش ان کے دلوں پر قائم رہے اور اپنے دین حق پر ان کا اعتماد باقی رہ سکے، اس کے لیے ہمارے دینی مدارس ہی کی طرف سے جہاں امت کے صرف دس فیصد بچے زیر تعلیم ہیں ایسا دینی تعلیمی نظام رائج ہونا چاہئے جس سے عصری درسگاہوں میں زیر تعلیم نوے فیصد طلباء کی بنیادی دینی تعلیمی ضروریات کی تکمیل ہو سکے، ان کے لیے سنڈے اور مارننگ وایوننگ کلاسس کا مستحکم دینی تعلیمی نظام مختصر مدتی دینی تعلیمی سرٹیفکیٹ وڈپلومہ کے کورسس اور خود مسلم اسکولوں میں دینیات واسلامیات کی لازمی شمولیت اور ہمارے مدارس کی طرف سے فاصلاتی نظام تعلیم کا دینی تعلیم کے فروغ کے لیے استعمال اس کی بہترین شکلیں ہوسکتی ہیں جس پر ہم نے اپنے پچھلے مضمون پر تفصیل سے روشنی ڈالی تھی۔